مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی

صلوٰۃ سے زندگی کا ربط

ایک دو جگہ نہیں، کئی سو جگہ قرآن مجید میں صلوٰۃ کا حکم، صلوٰۃ کا مقصد، اہلِ صلوٰۃ کی مدح وغیرہ موجود ہے۔ ہمیں اس وقت ان کی تفصیلات میں جانا نہیں، بلکہ صلوٰۃ کے ایک خاص پہلو کو اجاگر کرنا ہے۔ اس زاویۂ نظر سے اگر صلوٰۃ کو نہ دیکھا جائے تو صرف صلوٰۃ ہی کی نہیں بلکہ پورے نظامِ عبادت کی وسیع دنیا ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ صلوٰۃ کا ترجمہ ہماری زبان میں "نماز" کیا جاتا ہے۔ ہم بھی یہی لفظ استعمال کریں گے لیکن نماز کو محض چند حرکات و کلمات نہ سمجھا جائے۔ بلکہ اس سے صلوٰۃ ہی کا وہ وسیع مفہوم سمجھیے جس کی تھوڑی تشریح اس وقت پیش کرنا چاہتے ہیں۔

پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ صلوٰۃ کو عموماً ہر جگہ اقامت سے وابستہ کیا گیا ہے۔ کہیں یقیمون الصلوٰۃ کہا گیا ہے اور کسی جگہ اقیموا الصلوٰۃ ہے اور کسی جگہ اقام الصلوٰۃ وغیرہ۔ جہاں صلوٰۃ لفظ اقامت کے بغیر ہے، وہاں نماز پڑھنا ہی سمجھنا چاہیے۔ مثلاً من قبل صلوٰۃ الفجر (۲۴: ۵۸) یا من بعد صلوٰۃ العشاء (۲۴: ۵۸) وغیرہ۔

اقامت کے معنی ہیں قائم کرنا، قائم رکھنا۔ یہ لفظ کسی ایسے کام کے لیے نہیں آتا جو چند منٹ کے لیے ہو اور پھر ختم ہو جائے۔ قرآن میں ہے: اقیموا الدین (۴۲: ۱۳) دین قائم کرو۔ اس کا یہ مفہوم نہیں کہ چند منٹ یا چند دن کے لیے دین قائم رکھو، اس کے بعد ختم کر دو۔ اسی طرح حتیٰ تقیموا التوراۃ والانجیل (۵: ۶۸) کا مقصد تورات و انجیل کا مستقل نظام قائم کرنا ہے نہ کہ تھوڑی دیر تلاوت کر کے ختم کر دینا۔ اور اقامتِ حدود (ان یقیما حدود اللہ - ۲: ۲۳۰) کا مطلب بھی اس کا مستقل قیام ہے۔ واقیموا الوزن (۵۵: ۹) کا یہ مطلب نہیں کہ کبھی برابر تولو اور کبھی ڈنڈی مار لو، بلکہ یہ ایک مستقل کاروبار ہے۔

مختصر یہ کہ صرف نماز پڑھ لینے کا کام تو چند منٹ میں پورا ہو جاتا ہے اس لیے اس پڑھ لینے پر لفظ اقامت صادق نہیں آتا۔ اقامت ایک ایسا فعل ہے جس میں قیام و دوام ہوتا ہے۔ گویا اقامت صلوٰۃ ایک نظام ہے جو چند منٹ بعد ختم نہیں ہو جاتا بلکہ دوامی طور پر قائم رہتا ہے۔ نماز کے کلمات و حرکات ایک جزوقتی

اظہار ہے ہمہ وقتی نظام صلوٰۃ کا - اور یہ ایک ایسا نظام ہے جو پوری زندگی کے اعمال و وظائف کو اپنی آغوش میں سمیٹے ہوئے ہے - ایک فوجی سپاہی جب اپنی پریڈ سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اب یہ فوجی سپاہی نہیں رہا - وہ بہرحال ہمہ وقتی فوجی سپاہی ہے - پریڈ سے پہلے بھی - پریڈ کے وقت بھی اور پریڈ کے بعد بھی -

اسی طرح ایک نمازی صرف اسی وقت نمازی نہیں رہتا ، جب وہ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے - وہ پڑھنے سے پہلے ، پڑھنے کے دوران اور پڑھ چکنے کے بعد ہر حال میں نمازی ہے کیونکہ اس کی پوری زندگی نماز ہے اگر وہ مومن و مسلم ہے - اگر نماز پڑھنے سے پہلے اور بعد میں اس کی زندگی نماز نہیں تو اس کی نماز صرف پڑھ لینا تو ہے لیکن اقامت صلوٰۃ نہیں -

صلوٰۃ کو قرآن نے جہاں نماز پڑھنے کے معنی میں لیا ہے - وہاں اس کا ایک بہت وسیع مفہوم بھی لیا ہے - اور یہ معنی اقامتِ صلوٰۃ کے مفہوم سے قریب ترین رشتہ رکھتا ہے - ارشاد قرآنی ہے کہ :

الم تران اللہ یسبح لہ من فی السمٰوٰت والارض والطیر صٰفّٰت ط کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ ط واللہ علیم بما یفعلون ٥ (۴۱ : ۲۴)	یعنی کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو بھی زمین و آسمان میں ہے وہ اور پروں کو پھیلائے ہوئے پرندے سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں - یہ سب کے سب اپنی صلوٰۃ اور تسبیح سے واقف ہیں - اور یہ جو کچھ کرتے ہیں ، اللہ اسے جانتا ہے -

ذرا سوچیے - کیا یہ اُڑتے ہوئے پرندے وضو کرتے ہیں ؟ اذان کہتے ہیں ؟ قبلہ رُو ہو کر نیّت باندھتے ہیں ؟ قیام ، رکوع ، قومہ ، سجود ، تشہد کر کے سلام پھیرتے ہیں ؟ یقیناً نہیں - پھر ان کی نماز کا کیا مطلب ہوا ؟ ظاہر ہے کہ ان کی صلوٰۃ کا مطلب فرائض وجود کی ادائیگی ہے جو ان کی اپنی اپنی جبلّت و فطرت کے مطابق ہوتی ہے - ٹھیک اسی طرح انسان کی صلوٰۃ کا مطلب بھی اس کے فرائضِ زندگی کی ادائیگی ہے اور یہی اقامت صلوٰۃ کا مفہوم ہے - محض صلوٰۃ یا نماز پڑھنا صرف ایک حصّہ ہے اس پورے نظام اقامت کا - جس کا تعلق انسان کی اختیاری زندگی سے ہے - وہ سپاہی کبھی سپاہی تصوّر نہیں کیا جا سکتا جو پریڈ میں حاضر ہو جایا کرے لیکن نہ تو سپاہی کی زندگی اختیار کرے اور نہ سپاہی کے فرائض ادا کرے - مومن اللہ کا سپاہی ہے اور اس کا حال بھی اِس سپاہی سے مختلف نہیں -

غرض فرائضِ زندگی میں صرف نماز پڑھ لینا نہیں۔ بے شمار دوسری چیزیں بھی ہیں۔ چوبیس گھنٹوں کی تمام نمازیں زیادہ سے زیادہ دو چار گھنٹے لے سکتی ہیں۔ باقی بیس بائیس گھنٹے کیا صلوٰۃ سے خالی رہنے چاہئیں؟ اگر وقت کا یہ بڑا حصّہ صلوٰۃ سے خالی ہو اور صرف فرض و نفل نمازیں ادا کر لی جائیں تو ادائے صلوٰۃ تو شاید ہو جائے لیکن اقامت صلوٰۃ نہیں ہو سکتی۔ اقامت صلوٰۃ تو وہ پورا نظام ہے جس کی اقامت ساری زندگی کے وظائف و اعمال پہ حاوی و محیط ہوتی ہے۔

دوسرے لفظوں میں اسے یوں کہیے کہ صلوٰۃ میں وہ تمام ذرائع و وسائل بھی داخل ہیں جو صلوٰۃ تک پہنچاتے ہیں یا جن کے بغیر ادائے صلوٰۃ نہیں ہو سکتی اور اسی صلوٰۃ میں وہ تمام مقاصد و نتائج بھی شامل ہیں جن کی تکمیل بذریعہ صلوٰۃ ہوتی ہے۔ اس کی کچھ تشریح بھی سُن لینی چاہیئے۔ اس سے کچھ اندازہ ہو سکے گا کہ یہ اقامت صلوٰۃ کا نظام کس طرح پوری زندگی کے وظائف و اعمال پر حاوی ہے۔

ذرا غور کیجیے :

۱۔ فرض نماز اجتماعی طور پہ ادا کی جاتی ہے اور جس جگہ یہ ادا کی جاتی ہے اسے مسجد کہتے ہیں۔ ہر دَور کے تمدن اور ہر ملک کے موسمی حالات کے مطابق مسجد تعمیر کرنا صلوٰۃ ہی کا ایک جزء ہے۔ یہ مساجد ہماری اجتماعی تربیت کا مرکز ہوتی ہیں لیکن یہ یوں ہی نہیں بن جاتیں۔ موجودہ دَور کے تقاضوں کے مطابق اس میں پختہ اینٹیں، سیمنٹ، لوہا، لکڑی، رنگ، نقش و نگار، خطاطی، سنگ تراشی، انجینرنگ، سمت کعبہ کی درستی وغیرہ سب کچھ صلوٰۃ ہی کا حصّہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں اینٹوں کا بھٹّہ لگانا بھی صلوٰۃ ہے، سیمنٹ کا کارخانہ چلانا، لوہے کی فیکٹری لگانا۔ لکڑی چیرنے کی آرا مشین اور کارپنیٹری، رنگ تیار کرنا، عمدہ نقش و نگار اور خطاطی کا فن، سنگ تراشی کا ہنر، انجینرنگ، سمتِ کعبہ درست کرنے کا جغرافیائی علم، چٹائیاں اور دریاں بنانے کا کام سب کچھ صلوٰۃ ہے۔ اگر وہاں گھڑی لگاتے ہیں تو یہ گھڑی سازی کا کام بھی صلوٰۃ ہے۔ وہاں اگر برقی پنکھے، قمقمے اور لاؤڈ اسپیکر لگائیں تو پاور ہاؤس قائم کرنا بھی صلوٰۃ ہے۔ یہ تمام باتیں ہر جگہ اور ہر مسجد میں فی الحال نہیں اور ان میں کئی چیزیں ایسی بھی ہیں جن کے بغیر مسجد کا کام چل رہا ہے لیکن اس کے جتنے ضروری اجزا امکان و استطاعت کے مطابق شاملِ مسجد ہیں وہ بہر حال صلوٰۃ ہیں۔ اور آئندہ جو چیزیں شامل مسجد ہوتی رہیں گی، وہ بھی داخل صلوٰۃ ہوں گی۔ مسجد کا صلوٰۃ سے اتنا گہرا ربط ہے کہ قرآن میں عبادت گاہ کو موضع الصلوٰۃ کی بجائے تنہا "صلوٰۃ" ہی کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے

(..... لهدمت صوامع و بیع و صلوٰت و مساجد ..... (۲۲ : ۴۰) پس خود مسجد (سجدہ گاہ) صلوٰۃ ہے تو مسجد جن اجزا سے مرکب ہو گی وہ سب صلاۃ ہی ہوں گے۔

۲- اس کے بعد دیکھیے صلوٰۃ کے لیے طہارت بدنی بھی ضروری ہے۔

بصورتِ جنابت غسل (وان کنتم جنبا فاطّهروا ۵ : ۶) اورعام حالات میں وضو (اذا قمتم الی الصّلوٰة فاغسلوا وجوهکم ..... ۵ : ۶)۔ بدنی طہارت کے علاوہ کپڑوں کی طہارت بھی ضروری ہے۔ ان تمام طہارتوں کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی۔ لہذا طاہر و مطہر پانی حاصل کرنے کے جتنے وسائل ہیں وہ سب صلوٰۃ ہی ہیں۔ خواہ وہ کنوئیں کی کھدائی ہو یا ہینڈ پمپ کے لیے بورنگ کا ہنر ہو یا پائپ کے ذریعے ٹونٹیوں تک پانی لانے کے لیے واٹر ورکس کا انتظام ہو۔ سب کچھ صلوٰۃ ہی ہے۔

۳- ستر پوشی بھی نماز کے لیے ضروری ہے۔ (خذوا زینتکم عند کل مسجد ... ۷ : ۳۱) پس گرم و سرد کپڑے تیار کرنے کے لیے جتنی ملّیں یا کھڈیاں ہیں وہ بھی صلوٰۃ ہیں بلکہ انھیں سینے کے لیے سوئیاں مشینیں اور دھاگے تیار کرنا بھی صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کے بغیر وہ ستر پوشی نہیں ہوسکتی جو نماز کے لیے ضروری شرط ہے۔

۴- نماز میں شریک ہونے کے لیے جسمانی صحت بھی ضروری ہے۔ لہذا خالص غذاؤں کا اہتمام اور میڈیکل سائنس اور دوائیں تیار کرنے والے کارخانے بھی صلوٰۃ ہیں۔

۵- نماز میں یکسوئی، خشوع و خضوع اور حضورِ قلب بھی ضروری ہے۔ لہذا ایسا ہموار معاشرہ قائم کرنا بھی صلوٰۃ ہے جس کا عادلانہ نظام ذہنوں کو سکون بخشے۔ جہاں کی معاشی بدحالی دلوں کا چین نہ چھین لے۔ جہاں نہ حزنِ دوش ہو اور نہ فکرِ فردا۔ جہاں چوری، اغوا، قتل، ڈاکہ، غصب، ظلم، ناانصافی، جانب داری، طبقاتی تفاوت وغیرہ کا کوئی خوف نہ ہو۔ جہاں ہر ایک کے پاس مکان ہو۔ بال بچوں کی تعلیم، تربیت، علاج، خوراک، پوشاک، اور روزگار کے لیے ترسنا نہ پڑے۔ جہاں ہر فرد کو ترقی کے لیے یکساں مواقع حاصل ہوں، اور ہر شخص کو جینے کا حق، خوش اور پرسکون رہنے کا حق حاصل ہو۔ ایسا معاشرہ قائم کرنا صرف جزءِ صلوٰۃ نہیں عین صلوٰۃ ہے۔ ایسی عین صلوٰۃ جو صلوٰۃ کا اصل مقصد ہے۔ اور صلوٰۃ کا لازمی تقاضا ہے۔ ایسا معاشرہ قائم کرنے کی ہر کوشش عین جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس کوشش سے غفلت، بے اعتنائی اور کوتاہی برتنا جہاد سے صریح روگردانی ہے۔ اس جہاد کے بغیر محض نماز پڑھ لینا ایک بے روح، بے کیف اور بے معنی سا عمل ہے۔

نتیجہ :

آپ نے اندازہ کر لیا ہو گا کہ محض نماز پڑھ لینا بس ایک عمل نماز ہے لیکن یہ اقامتِ صلوٰۃ نہیں۔ اقامتِ صلوٰۃ کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ زندگی کا کوئی گوشہ اس سے خالی نہیں۔ صلوٰۃ جب مسجد کی چار دیواری سے باہر نکلتی ہے تو پوری زندگی پر پھیل کر اقامتِ صلوٰۃ بنتی ہے اور وہ ساری کوشش جو اس نظام کے قیام کے لیے ہوں جہاد ہوتی ہیں اور اس جہاد میں جنگ، صلح، معاہدہ، جنگی تیاریاں، اسلحہ سازی، حکمت عملی غرض سب کچھ صلوٰۃ ہی ہو گی کیونکہ سب کا مقصد اقامتِ صلاۃ ہی ہے۔

یہ عجیب بات ہو گی کہ صرف نماز پڑھ لینا تو صلوٰۃ ہو اور وہ تمام چیزیں صلوٰۃ سے خارج ہوں جن کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی، یا محض رسمی نماز ہوتی ہے۔

صلوٰۃ و زکوٰۃ کا ربط

اس سلسلے میں ایک بڑی حقیقت اور بھی پیشِ نظر رکھنی چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ قرآن میں بیشتر جگہ صلوٰۃ سے زکوٰۃ کو وابستہ رکھا گیا ہے۔ عموماً اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کو ایک ساتھ ہی بیان کیا گیا ہے جس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں اور دونوں ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں۔ زکوٰۃ بھی صلوٰۃ ہی کی طرح ایک پورا نظام ہے۔ صلوٰۃ ہی کی طرح زکوٰۃ بھی تفصیل چاہتی ہے لیکن یہاں مختصر لفظوں میں دونوں کا ناقابلِ انقطاع ربط معلوم کرنے کے لیے اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ زکوٰۃ ایک ایسا معاشی نظام ہے جو سب کو خوش حال کر دے اور کوئی کسی کا محتاج نہ رہے یعنی دولت کی گردش ایسے انداز سے ہوتی رہے کہ سب کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ یہی وہ معاشرہ ہے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ زکوٰۃ کا یہ مطلب سمجھنا صحیح نہیں کہ ایک طبقہ دولت مندوں کا اور دوسرا خیرات پر پلنے والوں کا ہمیشہ موجود رہے۔ اگر خوش حالی اتنی عام ہو جائے کہ کوئی زکوٰۃ کا لینے والا باقی نہ رہے تو نہ اللہ اور رسول کو اس کا افسوس ہو گا نہ اسلام کو اس سے کوئی صدمہ نقصان پہنچے گا۔ بلکہ اسے خوشی ہو گی کہ اسلام کا اصل مقصد پورا ہو رہا ہے۔ قتال کے ہزار فضائل ہوں لیکن یہ مقصود نہیں۔ مقصد امن و سلامتی ہے۔ اگر امن قائم ہو کر قتال ختم ہو جائے تو اس سے اسلام کے حکم قتال کا کوئی نقصان نہ ہو گا بلکہ مقصدِ قتال پورا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر خوش حالی عام ہو کر زکوٰۃ کا سسٹم ختم ہو جائے یعنی کوئی زکوٰۃ لینے والا غریب نہ رہے تو زکوٰۃ کا عظیم مقصد پورا ہو جائے گا۔ اس سے کسی اسلامی حکم کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ اس عظیم مقصد کی تکمیل اگر ڈھائی فیصد لینے سے پورا ہو تو ڈھائی فیصد لیا جائے گا

اگر زیادہ کی ضرورت ہو تو زیادہ وصول کیا جائے گا۔ (ان فی المال لحقا سوی الزکوٰۃ ۔ ترمذی عن فاطمہ بنت قیس) اگر عفو یعنی زائد از ضرورت کُل کی کُل پونجی کی ضرورت ہو تو "عفو" لے لیا جائے گا۔ اور کچھ بھی لینے کی ضرورت نہ ہو تو کچھ بھی نہ لیا جائے گا۔ یعنی ہر شخص محنت کر کے اپنا ثمرۂ محنت (پیداوار) مملکت کے حوالے کر دے گا اور نمائندگانِ مملکت اس کی تمام ضروریات کے ذمہ دار ہوں گے۔ ایسے نظام کا آپ جو بھی چاہیں نام رکھ لیں اس سے بحث نہیں لیکن اسلامی نظامِ زکوٰۃ سے اس کا کوئی ٹکراؤ نہیں بلکہ نظامِ زکوٰۃ کے مقصد کی تکمیل ہے۔

نظامِ زکوٰۃ اور اقامت صلوٰۃ دونوں ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ دونوں ایثار اور بے لوثی چاہتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور دونوں مل کر اخلاق و معاش کے نظام کی تکمیل کرتے ہیں۔ اقامت صلوٰۃ کا مقصد نظامِ زکوٰۃ کے بغیر نہیں پورا ہو سکتا۔ اخلاق اور معاش دونوں ایک دوسرے سے ایسے مربوط اور پیوستہ ہیں کہ ان کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن پاک نے قصۂ شعیبؑ میں اس حقیقت کو یوں بے نقاب کیا ہے کہ سیدنا شعیبؑ کا پیغام سُن کر آپ کی اُمت نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ آپؑ کے پیغامِ صلوٰۃ کا مالیات پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اُمت نے نے سوال کیا:

یٰشعیب اصلٰوتک تامرک ان نترک مایعبد اٰباؤنا او ان نفعل فی اموالنا مانشاء ۔ (۱۱ : ۸۷)

اے شعیب! کیا تمھاری صلوٰۃ تمھیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہمارے بزرگانِ خاندان جس چیز کی عبادت کرتے آئے ہیں، اُسے بھی چھوڑ دیں اور اپنے مال و دولت میں جو تصرف کرنا چاہیں وہ بھی نہ کریں؛

آپ نے ملاحظہ فرمایا؟ قومِ شعیبؑ بھی اچھی طرح سمجھتی تھی کہ صلوٰۃ کا مطلب صرف نماز کا پڑھ لینا نہیں بلکہ اس کا تعلق براہِ راست مال و دولت کے کنٹرول سے بھی ہے۔ مگر یہ معمولی سا نکتہ ابھی تک ہمارے پڑھے لکھے لوگوں کی سمجھ میں بھی مشکل سے آتا ہے۔ حالانکہ اس دور میں یہ حقیقت بالکل بے نقاب ہو چکی ہے کہ انبیا علیہم السلام کے پیغام کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ بس نماز پڑھتے جاؤ اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ ہونے دو۔ اور چونکہ ہر ایک کا مال اس کی "ملکیت" ہے اس لیے اس میں کوئی دخل نہ دو۔

طبقاتی کشمکش کا اصلی سبب

واقعہ یہ ہے کہ آدمؑ سے لے کر تا ایں دم دنیا میں جتنی کشمکش ہوتی رہی ہے، اس کی تہ میں محض نماز روزہ کا فرمانہ تھا۔ روزے نماز سے اہل کفر کو کیا تکلیف تھی جو اہل ایمان اور پیغمبروں کی شدید مخالفت پر اتر آتے تھے؟ اہلِ کفر و شرک تو آج بھی نماز روزے کے پابند حضرات کے معتقد ہوتے ہیں اور انھیں بے نماز روزے خور سے بہتر ہی سمجھتے ہیں۔ انھیں انبیا اور مومنین جیسے پاکباز لوگوں کی دشمنی کرنے کی وجہ صرف نماز روزہ نہ تھی اہل کفر اور اہلِ ایمان کی کشمکش کا سبب صرف یہ تھا کہ اسلام یعنی انبیا سے انھیں اپنے مالی مفاد (ولیسٹڈ انٹرسٹ) کو شدید خطرہ نظر آتا تھا اور واضح طور پر وہ سمجھتے تھے کہ یہ نماز صرف پوجا پاٹ نہیں۔ بلکہ سب سے پہلے یہ نماز استحصال کو ختم کرتی ہے۔ ان کے نا اندازِ ضرورت مال پر ہاتھ ڈالتی ہے۔ ان کی وہ مسندِ اقتدار چھینتی ہے جو محض دولت و ثروت کے سہارے قائم ہے۔ وہ ان تمام الٰہوں کو چکنا چور کرتی ہے جن میں سب سے بڑا مشہور الٰہ ثروت و دولت ہے۔ وہ صرف اس سونے کے بچھڑے ہی کی پوجا کو نہیں ختم کرتی جو سامری نے بنایا تھا۔ وہ سیم و زر کے ہر اس ڈھیر کو بُت قرار دیتی ہے جسے قاضی الحاجات سمجھ کر اندوختہ کیا جاتا ہے اور ضرورت مندوں پر کُل کا کُل خرچ نہیں کیا جاتا۔ یہ بُت پتھر کے بتوں سے کہیں زیادہ بڑا اور عزیز بُت ہوتا ہے۔ اگر کسی بنئے سے یہ کہا جائے کہ یا تو تم لکشمی دیوی کا بت ہمیں دے دو یا اپنی تجوری سے لاکھ روپے نکال کر ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ تمھاری جان کی خیر نہیں۔ تو وہ بنیا روپیہ کبھی نہیں دے گا۔ اپنا بُت دے کر اپنی جان بچالے گا۔ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ دولت لکشمی دیوی ہی کی برکت سے آئی ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اسے دولت پتھر کے معبود سے زیادہ عزیز ہے۔

کشمکش کا سبب

یہ دولت ہی ہے جو ہمیشہ سے اب تک دنیا میں کشمکش کا سبب رہی ہے یعنی دنیا میں رسمی نماز طبقاتی کشمکش کا سبب کبھی نہیں ہوئی۔ اگر ہوتی ہے تو صرف وہی نماز جس کو قوم شعیبؑ نے بھانپ لیا تھا کہ یہ محض رسمی پرستش نہیں بلکہ معاشی انصاف کی داعی اور نظامِ عدل کے لیے ساعی ہے اور دولت مندوں کو اپنی ذات پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ ایسی صلوٰۃ کی ترغیب آج بھی دیجیے تو سارے مقدس سرمائے دار درمیان میں وہی مذہبی دلیل پیش کریں گے جو قوم شعیبؑ نے پیش کی تھی کہ کیا تمھاری نماز تمھیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے آبائی دین کو ترک کرکے اپنے مالی نظام سے دست بردار ہو جائیں؟ — اگر آپ انھیں سمجھائیں

کہ اسلامی نظامِ زکوٰۃ انسانوں کو امیر و غریب کے دو متخالف طبقوں میں بانٹ کر کشمکش کو باقی رکھنا نہیں چاہتا۔ تو یہ لوگ اس وقت بھی قومِ شعیبؑ کی طرح کہہ اٹھیں گے کہ:

مانفقہ کثیراً مما تقول (۱۱:۹۱) — تمھاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔

قصصِ قرآنی اور تاریخی تقاضا

قرآنی قصے دل بہلانے والی کہانیاں نہیں۔ وہ ایسے حقایق ہیں جن کو تاریخ دہراتی رہتی ہے۔ جو لوگ ان حقائق کو قابلِ اعتنا نہیں سمجھتے، یا سمجھ کر چھپاتے ہیں، وہ آخرکار داستانِ پارینہ، یا عبرت کا نمونہ بن جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آج کے دور میں قومِ شعیبؑ کی تاریخ دہرائی جا رہی ہے۔ اس قوم نے ترازو کی ڈنڈی مارنا اپنا پیشہ بنالیا تھا لیکن شاید یہ جرم اتنا بڑا نہ تھا کہ ان کا طبقہ اُلٹ دیا جاتا۔ یہ تو ان کی پوری سوسائٹی کے معاشی نظام اور اس کے غیر عادلانہ کردار کا ایک علامتی نشان تھا۔ ان کا اصلی جرم انسان کو دو غیر متوازن طبقوں میں بانٹ دینا تھا۔ ایک طرف بے نواؤں، مفلسوں اور فاقہ کشوں کی کراہتی ہوئی دنیا تھی اور دوسری جانب آسودہ حال عیش پسند مترفین کا ٹولہ تھا جو دوسروں کا حق دیتے ہوئے ڈنڈی مارنا اپنا حق سمجھتا تھا۔ اسے ہنرمندی سمجھ کر دولت کے ڈھیر جمع کرتا اور اس ثروت کے بل بوتے پہ ظلم کو روا رکھتا تھا اور سب سے بڑا ظلم یہ تھا کہ اپنی دولت میں دوسرے حق داروں کا حق نکالنا ایک لایعنی فعل سمجھتا تھا۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ ترازو کا ایک پلڑا جھک جائے تو رضائے الٰہی کے خلاف ہو لیکن اگر پوری سوسائٹی کا ایک پلڑا جھک جائے اور دوسرا اٹھ جائے اور کسی بات میں بھی توازن برقرار نہ ہو تو وہ رضائے خداوندی کے عین مطابق سمجھا جائے۔

قومِ شعیبؑ کا جرم یہی تھا کہ وہ اپنی دولت میں سے کسی کا حصہ نکالنا نہ چاہتی تھی اور اسے اس کی ترغیب دی جاتی تو وہ یہ طنز کرتی کہ یہ اچھی صلوٰۃ ہے جو ہماری کمائی ہیں بھی ہماری اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرنے نہ کرنے پر کنٹرول کرتی ہے۔

قصہ مختصر صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مالی نظام اور معاشی عدل کے بغیر رسمی نماز تو ہو سکتی ہے۔ اقامتِ صلوٰۃ نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ اقامتِ صلوٰۃ زندگی کے جن بے شمار گوشوں کو محیط ہے، ان کی تکمیل کے لیے مالی ایثار، دولت کی صحیح تقسیم، معاشی عدل اور گردشِ دولت ناگزیر ہے۔ اس لیے نظامِ زکوٰۃ بھی اقامتِ صلوٰۃ ہی کا ایک ضروری حصہ سمجھنا چاہیے۔

اخلاقی و روحانی اقدار

صلوٰۃ کا نتیجہ قرآن نے یوں بتایا ہے:

ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء و المنکر۔ (۴۵:۲۹) نماز بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں سے بچاتی ہے۔

صلوٰۃ سے اگر یہ مقصد حاصل نہ ہو تو وہ صلوٰۃ کی ایک ظاہری رسم کی ادائیگی ہوگی۔ مقصدِ صلوٰۃ کا حصول دراصل اقامتِ صلوٰۃ ہی کا ایک اہم حصہ ہے۔ ایک غیرعادلانہ سوسائٹی بجائے خود ایک بڑی ناپسندیدہ بے حیائی ہے۔ ایسی سوسائٹی میں بے حیائیوں اور جرائم کی فراوانی کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جس کے پاس ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کا سامان نہ ہو وہ اپنی تکمیل ضروریات کے لیے وہ سب کچھ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جو خلافِ عدل اور خلافِ تقویٰ ہوتا ہے وہ رشوت بھی لے گا۔ چوری بھی کرے گا۔ ڈنڈی بھی مارے گا۔ ملاوٹ اور اسمگلنگ، چوربازاری میں بھی تعاون کرے گا۔ حتیٰ کہ جسم فروشی تک مجبور ہوگا۔ کیونکہ اس کے زندہ رہنے کا سامان اسے میسّر نہیں۔

دوسری طرف وہ طبقۂ مُترفین ہوتا ہے، جو ضروریات سے بہت زیادہ اندوختہ کر لیتا ہے اور اسی مالی فراوانی کے بل بوتے پر ہر قسم کی ناپسندیدہ بے حیائیوں کا ارتکاب کرتا رہتا ہے۔ وہ دوسروں کی محنت اور عصمت دونوں کو خریدتا ہے۔ انھیں ایسی گومگو کی حالت میں رکھتا ہے کہ وہ نہ زندہ رہ سکیں نہ مر سکیں اور پھر مجبور ہو کر اپنی شکم پری کے لیے ہر قسم کے جرائم کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ غرض دونوں طبقوں کی زندگیاں فحشا و منکر کا مظہر بن جاتی ہیں۔ اور ان کی مثال ایسی ہو جاتی ہے جیسے ایک شخص جاری نہر کو روک کر سارا پانی اپنے کھیت میں ڈال لے اور دوسرے کی کھیتی میں پانی نہ جانے دے۔ اس روش کا ایک ہی نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک کی کھیتی پانی کی زیادتی سے گل جاتی ہے اور دوسرے کی کھیتی پانی نہ ملنے سے جل جاتی ہے۔ نقصان دونوں کا ہوتا ہے۔ اگر اپنے حق کا پانی اعتدال کے ساتھ دوسرے کے لیے باقی حصہ چھوڑ دے تو دونوں کی کھیتیاں سیراب ہو کر لہلہا اٹھیں گی اور دونوں کا بھلا ہوگا۔ یعنی دونوں طبقوں کے کردار میں اعتدال اور تقویٰ پیدا ہو کر معاشرہ فحشا و منکر سے پاک ہوگا اور صلوٰۃ کا مقصد پورا ہوگا۔

دوسرے لفظوں میں اقامتِ صلوٰۃ کا دائرہ صرف مادّی ضروریات ہی تک محدود نہیں رہے گا بلکہ کردار کی بلندی، اخلاق کی درستی، اقدار کی تخلیق بھی ہوگی۔ دیکھیے اقامتِ صلوٰۃ کی گہرائی کہاں تک پہنچی ہوتی ہے! اقامتِ صلوٰۃ

میں تو پوری انفرادی و اجتماعی [illegible] زندگی کے سامنے عمال و وظائف آجاتے ہیں۔ اس میں مساوات انسانی کی تربیت بھی ہے ۔

[illegible] بندہ نواز

[illegible] ہوئے [illegible]

اس میں تنظیم [illegible] پوری جماعت کھڑی ہوتی، جھکتی اور سربسجود ہوتی

اس میں ایک [illegible] کی تعلیم بھی ہے۔ یہ کسی نیکی کے لیے ایک آواز پہ جمع ہو کر تعاون کی مشق بھی ہے

اس میں وقت کی پابندی بھی ہے [illegible] کتاباً موقوتاً ۔

(۴:۱۰۳)

اس میں انسانی [illegible] ہوتا ہے [illegible] برائی کرنے والے کا احساس برتری اور [illegible] ایک ساتھ دور کر دیتا ہے ۔

یہ ساری باتیں [illegible] اثر دکھاتی ہیں جب مسجد کے اندر کا یہ انداز مسجد سے باہر نکلنے کے بعد بھی قائم رہے۔ اگر یہ [illegible] مسجد کی چہار دیواری میں بند رہے تو صرف صلاۃ ہے اور اگر اس کا ظہور مسجد سے باہر پورے معاشرے میں ہو تو اقامت صلوٰۃ ہے کیونکہ اس وقت یہ صرف پرستش یا پوجا پاٹ کی رسمی نماز نہیں رہتی بلکہ پوری زندگی کے وظائف و اعمال کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے ۔

تصورات قبل اسلام

[illegible] سید [illegible]

[illegible] اسلام [illegible] عقائد [illegible] کے نظریہ

[illegible] [illegible] روپے

[illegible] کتب [illegible]